مولانا ابوریحان سیالکوٹی قسط 6

کشف سبائیت

اس کے بعد اب ملاحظہ ہو کہ قاضی صاحب نے یہاں موضوع بحث کی تعیین بالکل غلط کی ہے، یہاں قاضی صاحب کی بحث ابوریحان سے اس بات میں ہرگز ہرگز نہیں کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے اس اتباع سے کونسی اتباع مرادلی ہے کیونکہ اس بات کا تعلق تو اس آیت سے حضرت علیؓ کے تائیدی استدلال سے ہے اور اسکو میں اپنی کتاب "سبائی فتنہ جلد اول" میں کہیں بھی کسی حیثیت سے زیر بحث لایا ہی نہیں اور نہ حضرت علیؓ کے موقف و استدلال اور اتباع سے ان کی مراد میں مجھے، قاضی صاحب سے کوئی اختلاف ہی ہے۔ جب اس بات میں قاضی صاحب سے میرا کوئی اختلاف ہی نہیں تو اسمیں قاضی صاحب، ابوریحان سے کیا بحث کرتے ہیں؟ اس لئے بحث یہاں یہ ہرگز نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس اتباع سے کونسی اتباع مرادلی ہے بلکہ بحث اس بات میں ہے کہ جواباً حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس اتباع سے کونسی اتباع مرادلی ہے۔ کیونکہ اس بات کا تعلق حضرت معاویہؓ کے موقف کی تردید و تغلیط میں اس آیت سے قاضی صاحب کے تردیدی استدلال سے ہے اور حضرت معاویہؓ کے خلاف ان کے اسی تردیدی استدلال کو ہی میں اپنی کتاب میں زیر بحث لایا ہوں۔

وضاحت اسکی یہ ہے کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہما) کا یہ اختلاف اہل السنتہ کے نزدیک خالص اجتہادی اختلاف تھا، لہذا فریقین نے اپنے اپنے اجتہادی موقف کیلئے جن جن دلائل سے جو جو استدلال کیا وہ سب کچھ بھی اجتہادی تھا۔ اور اجتہادی دلائل نیز ان سے اجتہادی استدلالات کا اصول یہ ہے کہ وہ یکطرفہ ہوا کرتے ہیں دو طرفہ نہیں ہوا کرتے، یعنی وہ اپنے اپنے اجتہادی مدلول کی صرف تائید کیا کرتے ہیں اس کے مدمقابل اجتہادی موقف کی تردید نہیں کیا کرتے، نیز اپنے اپنے اجتہادی مدلول کا صرف مطابق قرآن و سنت ہونا بتایا کرتے ہیں اس کے مدمقابل اجتہادی موقف کو مخالف قرآن و سنت نہیں بنایا کرتے، اپنے اپنے اجتہادی مدلول کا صرف صحیح ہونا ہی ان سے ثابت ہوا کرتا ہے، مدمقابل اجتہادی موقف کا غلط ہونا ان سے ثابت ہونا تو درکنار لازم بھی نہیں آیا کرتا۔ کیونکہ اجتہادی دلائل کا مقصد، مجتہدین امت کو تہمت بدعت سے بچانا اور ان کے اجتہادات و اجتہادیات کو دائرہ شریعت میں محدود بتانا ہوتا ہے ان کی تردید و تکذیب مقصود نہیں ہوتی۔ اور یہ مقصد اسی وقت حاصل ہوسکتا ہے جبکہ اجتہادی دلائل کو یکطرفہ ہی استعمال کیا جائے، ورنہ اگر انکو دوطرفہ استعمال کیا جانے لگے کہ ایک طرف تو انسے جانب موافق کی تائید و تصحیح کا کام لیا جائے اور دوسری طرف ان سے جانب مخالف یعنی مدمقابل مجتہدین کی تردید و تغلیط اور تکذیب بھی کشید کی جائے تو پھر دنیا جہاں کے آپس میں مدمقابل مجتہدین میں سے کوئی مجتہد بھی نصوص قرآنیہ و حدیثیہ کی مخالفت اور تہمت بدعت کے الزام سے نہیں بچ سکتا۔ اور پھر نصوص شرعیہ کی اس تقابلی مخالفت نیز ارتکاب بلکہ ایجاد بدعت کی صورت میں خود انہی کو کیا اجر و ثواب ملیگا جو ان کے پیروکاروں کیلئے ان کی پیروی میں اجر و ثواب یا کم از کم عدم عقاب کی ہی توقع رکھی جائے؟

مثلاً یہاں حضرت علی اور حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہما) کے اجتہادی موقفوں اور ان کی اجتہادی دلیلوں کو ہی دیکھ

لیجئے۔ اگر ایک اجتہادی موقف کی اجتہادی دلیل کو اسکی تائید تک ہی محدود رکھنے کی بجائے اس کے مدمقابل اجتہادی موقف کی تردید تک بھی لیجایا جائے تو پھر صرف حضرت معاویہؓ کے ہی نہیں بلکہ خود حضرت علیؓ کے اجتہادی موقف کا بھی از روئے نص قرآنی غلط ہونا ماننا پڑیگا۔ کیونکہ قاضی صاحب کے بقول حضرت علی نے اگر اپنے اجتہادی موقف کی تائید میں آیتِ اتباع باحسان سے استدلال کیا تھا تو حضرت معاویہؓ نے بھی اپنے اجتہادی موقف کیلئے آیت شوریٰ و امرھم شوریٰ بینھم سے استدلال کیا تھا۔ اب اگر حضرت علیؓ کی اجتہادی دلیل سے حضرت معاویہؓ کے اجتہادی موقف کا غلط اور مخالف نص قرآنی ہونا لازم آتا ہو تو حضرت معاویہؓ کی اجتہادی دلیل سے حضرت علیؓ کے اجتہادی موقف کا غلط اور مخالف نص قرآنی ہونا بھی لازم آئیگا۔ یہی حال تمام مدمقابل مجتہدین کے اجتہادی مواقف اور ان کے اجتہادی دلائل کا بھی ہوگا۔ اس طرح مدمقابل اجتہادی مواقف میں سے کوئی اجتہادی موقف بھی تردید و تغلیط سے نہ بچ سکے گا۔ غور فرمائیے کہ ایسی صورت میں پھر اجتہاد کا فائدہ ہی کیا رہے گا۔ اس لئے یہ ماننے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ اجتہادی دلائل صرف یکطرفہ ہوتے ہیں نہ کہ دو طرفہ۔ یعنی صرف تائیدی ہوتے ہیں نہ کہ تردیدی بھی، موافقانہ ہوتے ہیں نہ کہ مخالفانہ بھی، جانبِ موافق کا صرف صحیح ہونا بتاتے ہیں نہ کہ جانبِ مخالف کا غلط ہونا بھی۔

پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر مجتہد اپنے اجتہادی موقف کی کوئی شرعی دلیل دینے کا صرف پابند ہے اسی مسئلہ میں اپنے مدمقابل مجتہد کی دلیل کا جواب دینے کا حق تو اسکو ہوتا ہے لیکن یہ اسپر لازم نہیں ہوتا۔ وللتفصیل مقام آخر

بنا بریں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بالفرض اگر خود بھی آیت اتباع باحسان سے اپنے صفینی اجتہادی موقف کیلئے استدلال کیا تھا تو اس سے انکے اس موقف کا بس صحیح اور موافق شرع ہونا ہی ثابت ہوتا ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اجتہادی موقف کا غلط اور مخالف شرع ہونا اس سے قطعاً ثابت نہیں ہوتا۔ لیکن قاضی صاحب نے اصولِ اجتہاد کے بالکل بر خلاف حضرت علیؓ کے اس استدلال سے ان کے اجتہادی موقف کی تائید و تصحیح کا کام لینے سے زیادہ اس سے حضرت معاویہؓ کے اجتہادی موقف کی تردید و تغلیط کا کام لیا اور اسکو مثبت سے زیادہ منفی بنادیا ہے، قاضی صاحب اگر چاہتے تو حضرت معاویہؓ سے ان کے اجتہادی موقف کی دلیل پوچھ سکتے تھے یا زیادہ سے زیادہ ان کے سامنے ہاتھ جوڑ کر سراپا ادب بن کر حضرت علیؓ کی دلیل کا جواب ان سے دریافت کرسکتے تھے لیکن انہوں نے ایسا کرنے کی بجائے جانے کس زعم میں اور کس جذبے کے تحت ان پر نص قرآنی کی مخالفت اور رضاء الٰہی کی یہ شرط پوری نہ کرنیکا بڑی دلیری سے الزام لگادیا کیا قاضی صاحب بتلاسکتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے خود یا گذشتہ چودہ صدیوں میں کسی سنی محقق نے حضرت علیؓ کے اس استدلال کو حضرت معاویہؓ پر یوں پلٹ کر ان کے اجتہادی موقف کو یوں نص قرآنی کے مخالف بنایا اور اس طرح انکو رضاء الٰہی والی یہ شرط پوری نہ کرنے والا بتایا ہے؟ اس لئے بحث یہاں یہ نہیں کہ حضرت علی کا اجتہادی صفینی موقف صحیح تھا یا غلط؟ اس کیلئے آیت اتباع باحسان سے انکا استدلال صحیح تھا یا غلط؟ اس اتباع سے انہوں نے جو مراد لی وہ صحیح تھی یا غلط؟ ان باتوں میں ہمارا قطعاً کوئی اختلاف نہیں ہے قاضی صاحب سے، بلکہ بحث یہاں یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے اس استدلال کو بالکل غلط در غلط استعمال کرتے ہوئے قاضی صاحب نے حضرت معاویہؓ جیسے جلیل القدر مجتہد صحابی پر اس نص قرآنی کی مخالفت اور رضاء الٰہی والی یہ شرط پوری نہ کرنے کا جو سبائی الزام لگایا ہے یہ صحیح ہے یا غلط؟ حضرت علیؓ کے اس اجتہادی استدلال کا یہ چکوالی استعمال صحیح ہے یا غلط؟ پھر اس سبائی الزام کے جواب میں حضرت معاویہؓ نے اس اتباع سے جو مراد لی ہے وہ صحیح ہے یا غلط؟ نیز بحث یہاں یہ بھی ہے کہ جب حضرت معاویہؓ بھی مجتہد تھے تو انکو بھی اس اتباع سے کوئی مراد لینے کا حق ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ اگر ہے تو پھر انہوں نے اپنا یہ حق استعمال کرتے ہوئے اس اتباع سے جو اتباع مراد لی ہے وہ نصِ قرآنی کی مخالفت وغیرہ والے مظہری سبائی الزام سے ان کی براءت کیلئے کافی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ اگر ہے

تو ہم نے اپنی کتاب میں اس کے سوا اور کیا بیان کیا ہے؟ پھر اسپر قاضی صاحب اتنے جز بز کیوں ہو رہے ہیں؟

کتنے تعجب کی بات ہے کہ حضرت معاویہؓ کے بارے میں مجتہد، مجتہد کی رٹ تو قاضی صاحبؒ لگاتے ہیں لیکن اجتہاد کا اول تو حق ہی انکو نہیں دیتے ورنہ اس اتباع کی مراد میں ان کی بھی سنتے اور حضرت علیؓ کے اجتہاد کی پیروی ہی از روئے نص قرآنی ان پر لازم نہ کرتے۔ اور اگر اجتہاد کا حق انکو دیتے ہیں اور وہ اجتہاد کر لیتے ہیں تو پھر جھٹ سے کانوں میں انگلیاں دیکر چینا چلانا شروع کر دیتے ہیں کہ "اجتہاد غلط از روئے نص قرآنی در حقیقت بالکل ناجائز، قرآن و حدیث کی مخالفت، اللہ و رسول کے حکم کی خلاف ورزی۔ اسکو کون صحیح کہہ سکتا ہے؟ اسکو اجتہادی خطا کہے بغیر نہ کوئی چارہ ہے اور نہ اس کے سوا دوسرا کوئی صحیح راستہ، کہا تو ان کو باغی ہی جائیگا" یہ ہے ان کی شرعی عظمت کا مظہری تحفظ۔ نہیں تو قاضی صاحب، حضرت معاویہؓ کا کوئی ایک تقابلی اجتہاد ایسا بتلائیں جو ان کے نزدیک دنیا میں صواب ہوا ہو؟ اور قاضی صاحب کے راجح ترین، مقبول ترین اور قوی ترین مسلک۔ المجتہد یخطی و یصیب کی پابندی کے ساتھ صواب ہوا ہو؟ جسکو اسی طرح صواب کہنے کے بغیر کوئی چارہ نہ رہا ہو جس طرح ان کے صفینی اجتہاد کو خطا کہنے کے بغیر ان کے نزدیک کوئی چارہ نہیں؟

الغرض قاضی صاحب کی بحث یہاں ابوریحان سے یہ ہرگز نہیں کہ حضرت علیؓ نے اس اتباع سے کیا مراد لی ہے؟ کیونکہ اسکی صحت میں ابوریحان کا قطعاً کوئی اختلاف نہیں ہے قاضی صاحب سے بلکہ بحث یہاں یہ ہے کہ اس مرتضوی مراد کو حضرت معاویہ پر پلٹتے ہوئے، نص قرآنی کی مخالفت وغیرہ کا جو سبائی الزام قاضی صاحب نے ان پر لگایا ہے اس کے جواب میں حضرت معاویہؓ نے اس اتباع سے کیا مراد لی ہے؟ اور وہ غلط ہے یا صحیح؟ پھر اس سبائی مظہری الزام سے براءت کیلئے کافی ہے یا نہیں؟ کیونکہ اسی بات میں ابوریحان کا قاضی صاحب سے اختلاف ہے۔

مولانا سندیلوی کی تشریح اور حضرت علیؓ کی مراد کے مطابق بھی حضرت معاویہؓ نے یہ اتباع کی تھی

موضوع بحث کی تعیین کے بعد اب آئیے قاضی صاحب کی اس بات کی طرف کہ "مولانا سندیلوی کی تشریح کے مطابق حضرت علی المرتضیٰؓ نے ایمان کے علاوہ دوسرے امور میں بھی اتباع مراد لی ہے۔ علاوہ ازیں والذین اتبعوھم سے دوسری تفاسیر میں ایمان کے علاوہ دوسرے اقوال و اعمال میں بھی اتباع مراد ہے" ص ۳۹

قاضی صاحب کہنا یہ چاہتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے ایمان لانے میں تو بیشک حضرت علیؓ کی اتباع کی تھی لیکن مولانا سندیلوی کی تشریح، حضرت علی المرتضیٰ کی مراد اور دیگر تفاسیر کے مطابق یہاں صرف ایمان میں ہی اتباع مراد نہیں بلکہ دوسرے اقوال و اعمال حسنہ بالخصوص حق انتخاب میں بھی اتباع مراد ہے اور یہ اتباع حضرت معاویہؓ نے حضرت علیؓ کی نہیں کی تھی[1] حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ کہ مولانا سندیلوی کی تشریح کے مطابق حضرت علی المرتضیٰؓ نے ایمان کے علاوہ جن دوسرے امور میں اتباع مراد لی ہے حضرت معاویہؓ نے ان تمام امور میں بھی جہاں جیسی بنتی تھی وہاں ویسی ہی[2] حضرت علیؓ کی پوری پوری اتباع کی تھی۔ نیز ایمان لانے میں جس طرح انہوں نے حضرت علیؓ کی پیروی کی تھی اسی طرح یہاں خاص حق انتخاب کے معاملہ میں ان کے قول و عمل کی بھی پوری پوری پیروی کر کے رضاء الہیٰ کی یہ شرط بھی علی وجہ الاتم پوری کی تھی۔ قاضی صاحب کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ مولانا سندیلوی کی تشریح اور حضرت علیؓ کی مراد کے مطابق حضرت معاویہؓ نے یہ اتباع نہیں کی تھی۔ جیسا کہ گذارشات ذیل سے ان شاء اللہ معلوم ہوگا۔

اتباع ایمانی

(صـ۱، صـ۲ حاشیہ صـ۴۷ پر ملاحظہ فرمائیں)

چنانچہ ایمان لانے میں اتباع تو قاضی صاحب بھی مانتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے حضرت علیؓ کی، کی تھی۔ باقی رہی ایمان کے علاوہ حقِ انتخاب سے متعلق ان کے عملی و قولی کی اتباع؟ تو وہ بھی حضرت معاویہؓ نے کی تھی جسکی تفصیل ہدیہ ناظرین ہے۔

اتباع عملی

عمل میں تو حضرت علیؓ کی اتباع حضرت معاویہؓ نے اس طرح کی تھی کہ اور کوئی مانے یا نہ مانے لیکن قاضی صاحب تو یہ مانتے ہی ہیں کہ صفینی اختلاف خالص اجتہادی اختلاف تھا اور یہ کہ حضرت علیؓ کی طرح حضرت معاویہؓ بھی صرف مجتہد ہی نہیں بلکہ ایک جلیل القدر صحابی مجتہد تھے۔ اور یہ بات ہم اپنی کتاب "سبائی فتنہ" کی فصل سوم میں بالتفصیل بیان کر آئے ہیں کہ اجتہادی مسئلہ میں ہر مجتہد خود اجتہاد کر کے اپنے ہی اجتہاد پر عمل کرنیکا پابند ہوا کرتا ہے۔ کسی دوسرے مجتہد کے اجتہاد پر عمل کرنا اس کیلئے جائز ہی نہیں ہوا کرتا۔ اس لئے قاضی صاحب کے بقول یہاں حضرت معاویہؓ پر ازروئے نص قرآنی حضرت علیؓ کی پیروی اگر بالفرض لازم ہی تھی تو وہ مجتہدانہ تھی محض مقلدانہ، نہ تھی۔ یعنی ان پر لازم یہ نہ تھا کہ وہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہی اجتہاد پر عمل کرنے میں ان کی پیروی کرتے بلکہ ان پر لازم یہ تھا کہ وہ ان کی طرح خود اجتہاد کر کے اپنے ہی اجتہاد پر عمل کرنے میں ان کی پیروی کرتے۔ یعنی فعلِ اجتہاد اور عمل بر اجتہادِ خود میں حضرت علیؓ کی اتباع حضرت معاویہؓ پر لازم تھی۔ سو ایمان لانے میں اتباع کی طرح یہ عملی اتباع بھی حضرت علیؓ کی انہوں نے کی تھی کہ ان کی اتباع میں بوجہ مجتہد ہونے کے خود اجتہاد بھی کیا تھا اور ان کی طرح اپنے ہی اجتہاد پر پوری طرح عمل پیرا بھی رہے تھے حضرت علیؓ کے ہی اجتہاد پر عمل کرنے والی اتباع اگر حضرت معاویہؓ نے نہیں کی تھی تو یہ اتباع نہ صرف یہ کہ ان پر لازم نہ تھی بلکہ ان کیلئے جائز ہی نہ تھی۔

الغرض حضرت علیؓ کی جو عملی اتباع حضرت معاویہؓ پر یہاں لازم تھی وہ انہوں نے علی وجہ الاتم کی تھی اور جو اتباع انہوں نے حضرت علیؓ کی یہاں نہیں کی تھی وہ ان پر لازم تو کیا ہوتی ان کے لئے جائز بھی نہ تھی۔

قاضی صاحب کو حضرت معاویہؓ جو حضرت علیؓ کی پیروی کرتے نظر نہیں آتے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہؓ کو جلیل القدر مجتہد مانتے ہوئے بھی یہاں ان کی مجتہدانہ حیثیت کو ملحوظ نہیں رکھا اور ان پر خلاف قاعدہ حضرت علیؓ کی خالص مقلدانہ اتباع لازم کر کے ان پر نص قرآنی کی مخالفت کا سبائی الزام لگا دیا ہے۔ حالانکہ انپر اگر لازم تھی تو مجتہدانہ اتباع لازم تھی محض مقلدانہ اتباع لازم نہ تھی۔

اتباع قولی

اسی طرح اس معاملہ میں حضرت علیؓ کے قول کی بھی جیسی اتباع مولانا سندیلوی کی ہی تشریح کے مطابق حضرت معاویہؓ پر لازم تھی ویسی ہی یہ اتباع بھی علی وجہ الاتم انہوں نے کی تھی، اس کو سمجھنے کیلئے ضروری ہے کہ پہلے یہ متعین کیا جائے کہ یہاں حضرت علی المرتضیٰؓ کا قول کیا تھا اور پھر یہ معلوم کیا جائے کہ حضرت معاویہؓ نے ان کے اس قول کی اتباع کی تھی یا نہیں؟

سو ملاحظہ ہو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صفینی موقف کی وضاحت کرتے ہوئے سندیلوی صاحب نے جو کچھ لکھا ہے قاضی صاحب کی ہی نقل کے مطابق اسکا حاصل یہ ہے کہ

"حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس سوال پر کہ ہم لوگوں کے مشورے کے بغیر انتخاب خلیفہ کیسے مکمل ہو گیا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس معاملہ میں مہاجرین و انصار کا مشورہ ہی کافی تھا سو انہوں نے میری

بیعت کرلی ہے اس پر حضرت معاویہؓ نے اعتراض کیا کہ بہت سے مہاجرینؓ و انصارؓ یہاں شام میں بھی موجود ہیں ان سے اس معاملہ میں مشورہ نہیں لیا گیا۔ اسکا جواب حضرت علیؓ نے یہ دیا کہ انتخاب کا حق، مہاجرینؓ و انصارؓ میں سے بھی صرف بدریین کو ہے"

آگے حضرت علیؓ کی اس رائے کا ماخذ آیت اتباع باحسان کو بناتے ہوئے اس سے یوں استدلال کیا ہے کہ

"آیت، مہاجرین و انصار میں سے سابقین اولین کو سب مسلمانوں کا متبوع و مقتدا قرار دے رہی ہے اور ان کی اتباع کو دوسرے مسلمانوں کیلئے رضاء الٰہی کا سبب ظاہر کر رہی ہے اس لئے نصبِ خلیفہ کے معاملہ میں بھی وہی متبوع اور مقتدا سمجھے جائیں گے۔ اور بدری ہی حضرات، سابقون اولون بھی تھے" (ماہنامہ حق چار یار رجب/ شعبان ۱۴۱۲ھ ص ۳۶، ۳۷)

یہ ہے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے صفینی موقف کی سندیلوی تشریح۔ قارئین ملاحظہ فرمادیں کہ اس کے مطابق حضرت علیؓ، حضرت معاویہؓ سے یہ نہیں فرما رہے کہ "آیت، مجھے تمہارا متبوع و مقتدا قرار دے رہی اور میری اتباع و اقتدا کو تمہارے لئے رضا الٰہی کا سبب ظاہر کر رہی ہے، لہذا نصبِ خلیفہ کے معاملہ میں تم میری اتباع و اقتدا کر کے اللہ کی رضا حاصل کرو" بلکہ قاضی صاحب کی ہی نقل اور مولانا سندیلوی کی ہی تشریح کے مطابق وہ یہ فرما رہے ہیں کہ "آیت، بدری مہاجرینؓ و انصارؓ کو تمہارا متبوع و مقتدا ٹھہرا رہی اور ان کی اتباع و اقتدا کو تمہارے لئے رضاء الٰہی کا سبب ظاہر کر رہی ہے، لہذا نصبِ خلیفہ کے معاملہ میں تم بدری مہاجرینؓ و انصارؓ کی اتباع و اقتدا کر کے اللہ کی رضا حاصل کرو"

اس سے یہ بات بخوبی معلوم ہو گئی کہ مولانا سندیلوی کی ہی تشریح کے مطابق حضرت علیؓ کا قول حقِ انتخاب اور نصبِ خلیفہ کے معاملہ میں بدری مہاجرینؓ و انصارؓ کی پیروی کا تھا۔ ان کی پیروی ہی حضرت علیؓ کے اس قول کی پیروی تھی۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو اب یہ معلوم کرنے کیلئے کہ حضرت معاویہؓ نے حضرت علی المرتضیٰؓ کے اس قول کی پیروی کی تھی یا نہیں؟

یہ دیکھنا ہوگا کہ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰؓ کے فرمان کے مطابق اس معاملہ میں بدری مہاجرینؓ و انصارؓ کی پیروی کی تھی یا نہیں[1]؟ اگر انہوں نے اپنے صفینی اجتہادی موقف میں بدری مہاجرینؓ و انصارؓ میں سے کسی ایک کی بھی پیروی کرلی ہو تو ان کی پیروی حضرت علی المرتضیٰؓ کے قول کی ہی پیروی کہلائیگی۔ انکو حضرت علیؓ کے قول کا متبع ہی کہا جائیگا۔ اور اگر انہوں نے بدری مہاجرینؓ و انصارؓ میں کسی ایک کی بھی پیروی نہ کی ہو تو البتہ کہا جائیگا کہ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰؓ کے قول کی پیروی نہیں کی۔

سو اس سلسلے میں ملاحظہ ہو کہ مولانا سندیلوی کی تشریح کے مطابق حضرت علی المرتضیٰؓ، جن بدری مہاجرینؓ و انصارؓ کو حقِ انتخاب میں بعد والوں کا متبوع و مقتدا قرار دے رہے ہیں، حضرت علیؓ کی خلافت پالیسی سے متعلق ان سب کا کوئی ایک متفقہ موقف نہ تھا۔ بلکہ خود ان کے بھی اس معاملہ میں تین مختلف مواقف تھے۔

چنانچہ بدری مہاجرینؓ و انصارؓ کا بھی ایک فریق تو وہ تھا جس نے خلافت پالیسی سے متعلق موقفِ مرتضوی سے مکمل اتفاق کیا جیسے مثلاً حضرت عمار، حضرت سہل بن حنیف اور حضرت خزیمہ بن ثابت وغیرہم (رضی اللہ عنہم)

دوسرا فریق وہ تھا جس نے اس معاملہ میں موقفِ مرتضوی سے مکمل اختلاف کیا، جیسے مثلاً حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت عقبہ بن عامر، وغیرہم (رضی اللہ عنہم)

اور تیسرا فریق وہ تھا جس نے مکمل توقف و تخلف کیا جیسے مثلاً حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت صہیب اور حضرت محمد بن مسلمہ، وغیرہم (رضی اللہ عنہم)

---

[1] حاشیہ صفحہ ۷۳ پر ملاحظہ فرمائیں

اب ظاہر ہے کہ بیک وقت ان تینوں بدری موقفوں کی پیروی حضرت معاویہؓ کیلئے ممکن نہ تھی اور نہ یہ حضرت علیؓ کی ہی مراد ہوسکتی تھی کیونکہ یہ تینوں بدری موافق آپس میں ایک دوسرے سے مختلف اور متضاد تھے اور ایک شخص ایک وقت میں ایسے متعدد و متضاد مواقف میں سے کسی ایک موقف کی ہی اتباع کرسکتا ہے۔ سب کی نہیں کرسکتا۔ اس لئے حضرت علیؓ کے قول کی بجا آوری میں حضرت معاویہؓ نے ان میں سے کسی ایک بدری فریق کے موقف کو ہی پیروی کیلئے منتخب کرنا تھا۔ یہ پھر اجتہادی مسئلہ تھا۔ چونکہ وہ خود بھی مجتہد تھے اس لئے ان تینوں بدری موقفوں میں سے پیروی کیلئے کسی ایک موقف کا انتخاب بھی خود انہوں نے ہی کرنا تھا۔ پھر اپنے اجتہاد کو کام میں لاتے ہوئے جس بدری موقف کو بھی وہ منتخب کرکے اسکی پیروی کرتے اس میں وہ، حضرت علیؓ کے قول کے ہی متبع قرار پاتے۔ کیونکہ حضرت علیؓ نے مطلقاً بدری مہاجرینؓ و انصارؓ کو بعد والوں کا متبوع و مقتدا قرار دیا تھا ان میں سے کسی خاص فریق کے کسی خاص موقف کی تخصیص نہ کی تھی اور مطلق کا حکم ہی یہ ہے کہ آتی بای فرد آتی بالمامور بہ ہوا کرتا ہے۔ لہذا حضرت علی کے قول کی اتباع کیلئے بدر کی مہاجرین و انصار کے مذکورہ تینوں موقفوں میں سے کسی بھی موقف کی اتباع باحسان کرلینا حضرت معاویہؓ کیلئے کافی تھا۔ تینوں ہی بدری موقفوں کی اتباع یہاں ان پر لازم و ضروری نہ تھی۔ سو انہوں نے پیروی کیلئے بدری مہاجرینؓ و انصارؓ کے ہی اس فریق کا موقف منتخب کرلیا جس نے حضرت علی المرتضیٰؓ کے موقف سے اجتہادی اختلاف کیا تھا۔

لہذا حضرت معاویہؓ نے موقف مرتضوی یا قرآن کے چوتھے موعودہ خلیفہ راشد کی خلافت پالیسی سے اگر اختلاف کیا تو یہ انکا بدری مہاجرینؓ و انصارؓ سے ہٹ کر اپنا کوئی نیا موقف نہ تھا۔ بلکہ یہ ان میں کے ایک فریق کا ہی بعینہ موقف تھا۔ اسمیں انہوں نے بدری مہاجرینؓ و انصارؓ کی ہی پیروی کی تھی اور ان کی پیروی حضرت علی المرتضیٰؓ کے قول کی ہی بعینہ پیروی تھی۔ اس طرح حضرت معاویہؓ کی طرف سے حقِ انتخاب اور نصبِ خلیفہ کے معاملہ میں حضرت علیؓ کی قولی اتباع بھی ہوگئی۔

الغرض آیت اتباع باحسان والذین اتبعوھم باحسان میں اتباع سے اتباع ایمانی مراد لیجائے یا اتباعِ عملی و قولی، مولانا سندیلوی کی تشریح کے مطابق بھی ہر لحاظ سے حضرت معاویہؓ نے حضرت علیؓ کی اتباع باحسان کرکے رضاء الٰہی کی یہ شرط بھی علی وجہ الاتم پوری کی تھی۔ لہذا قاضی صاحب کا اس آیت سے حضرت معاویہؓ کے خلاف استدلال کرتے ہوئے ان پر اس نص قرآنی کی مخالفت اور رضاء الٰہی کی یہ قرآنی شرط پوری نہ کرنے کا الزام دھرنا سراسر سبائی استدلال اور خالص سبائی الزام ہے۔

قاضی صاحب نے حضرت معاویہؓ پر اس نص قرآنی کی مخالفت اور رضاء الٰہی کی یہ قرآنی شرط پوری نہ کرنیکا جو الزام لگایا تھا ہم نے اس الزام سے ان کی براءت بیان کرتے ہوئے "اتباعِ ایمانی" اور "اتباعِ اجتہادی" کی بات کی تھی۔ لیکن قاضی صاحب نے ہماری بات پر سنجیدگی سے غور کئے بغیر حضرت معاویہؓ کو بہر صورت اس نص قرآنی کا مخالف ہی بنانے کیلئے اتباعِ قولی و عملی کا شوشہ چھوڑدیا۔ حالانکہ ہم اپنی کتاب میں اتباع ایمانی کے بیان کے بعد دوسرے نمبر پر "اتباع اجتہادی" کے نام سے اسکو بھی مختصراً بیان کر آئے تھے اور تفصیل اسکی ہم نے اپنی کتاب کے دوسرے حصے میں بیان کی تھی۔ لیکن قارئین نے اب تو یہاں بھی اسکو مفصلاً ملاحظہ فرما ہی لیا کہ حضرت معاویہؓ نے اتباعِ ایمانی کی طرح حضرت علیؓ کی اتباعِ عملی و قولی بھی کی تھی۔ قاضی صاحب فرمادیں کہ حضرت معاویہؓ کو بہر صورت اس نصِ قرآنی کا مخالف بنانے اور انکو رضاء الٰہی والی یہ قرآنی شرط پوری نہ کرنے والا ہی بتانے کیلئے اب اور کونسا شوشہ وہ چھوڑنا چاہتے ہیں۔ اس سلسلے کے اپنے اور بھی تمام دلی ارمان وہ خوب اچھی طرح نکال لیں، ہم ان شاء اللہ خدمت کیلئے حاضر ہیں۔

قاضی صاحب تو خیر پہونچے ہوئے بزرگ ہیں انکو تو شاید اب ایسی باتوں کی ضرورت نہیں رہی اس لئے ان کیلئے

نہیں بلکہ اپنے قارئین کے ملاحظہ کیلئے عرض ہے کہ یہاں اگر بالفرض کوئی اور بھی ایسا احتمال نکلتا ہو جس سے حضرت معاویہؓ اس نص قرآنی کی مخالفت کرتے اور حضرت علیؓ کی ایمانی اور قولی و عملی اتباع نہ کرتے نظر آتے ہوں تو اس کے مقابلہ میں جب ایک نہیں بلکہ کئی کئی احتمالات نص قرآنی پر عمل کرنے اور حضرت علیؓ کی اتباع کرنے کے نکل رہے ہوں تو صحابہ کرام علیہم الرضوان سے محبت و عقیدت، اللہ و رسولؐ کے ہاں ان کے بلند مقام و مرتبہ نیز عقیدہ اہل السنۃ کا تقاضا یہ ہے کہ یہاں وہ احتمالات لئے جائیں جن کے تحت وہ نص قرآنی کی مخالفت کے الزام سے بچتے اور حضرت علیؓ کے متبع بنتے ہوں۔ وہ احتمالات ہرگز ہرگز نہ لئے جائیں گے جن سے ان پر اس قسم کا الزام عائد ہوتا ہو۔ حضرت معاویہؓ ہوں یا کوئی بھی اور صحابیؓ، انکو موردِ الزام ٹھہرانے والے احتمالات تو وہ لے جس کو صحابہ کرامؓ سے بغض و عداوت ہو یا کم از کم وہ محبت و عقیدت نہ ہو جو ایک سنی مسلمان کو ان سے ہونی چاہیئے، لیکن کتنے تعجب اور افسوس کا مقام ہے کہ یہاں یہ کام قاضی صاحب انجام دے رہے ہیں جو لامام اہل السنۃ، قائد اہل السنۃ اور وکیلِ صحابہؓ جیسے القابات سے یاد کئے جاتے ہیں۔

وان کنت لاتدری فتلک مصیبۃ ولان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

جی ہاں! بیشک یہ جنگ بھی خوبی کے ساتھ پیروی میں ہی شامل ہے:

تیسری بات یہاں قاضی صاحب نے یہ کہی تھی کہ

"فرمایئے قرآن کے چوتھے موعودہ[1] خلیفہ راشد جو مہاجرین اولین میں سے ہیں کیا ان کے ساتھ جنگ کرنا بھی خوبی کیساتھ پیروی میں شامل ہے؟" (ص ۴۰)

قاضی صاحب کا یہ استفہامِ انکاری نہ صرف یہ کہ امرِ واقعہ کے خلاف ہے بلکہ خود ان کے اپنے مسلمات کے بھی سراسر خلاف ہے۔

امرِ واقعہ کے خلاف تو قاضی صاحب کا یہ استفہام انکاری اس لئے ہے کہ انہوں نے محض "جنگ" کے عنوان اور اسکی ظاہری شکل و صورت کو ہی سامنے رکھ کر یہ عامیانہ سوال کرڈالا ہے اور اس جنگ کی اجتہادی حقیقت اور اس کے فریقین کی مجتہدانہ حیثیت کو انہوں نے ملحوظ نہیں رکھا۔ حالانکہ یہاں یہ فیصلہ کہ یہ جنگ، خوبی کیساتھ پیروی میں شامل ہے یا نہیں؟ صرف "جنگ" کے عنوان اور اس کی ظاہری شکل و صورت کی ہی بنیاد پر ہرگز نہیں ہوسکتا بلکہ اس کیلئے اس جنگ کی اجتہادی حقیقت اور اس کے فریقین کی مجتہدانہ حیثیت کو ملحوظ رکھنا از بس ضروری ہے۔

وضاحت اس کی یہ ہے کہ یہ جنگ، شامل تو یقیناً خوبی کے ساتھ پیروی میں ہی ہے لیکن پیروی، پیروی میں فرق ہوتا ہے۔ ہر ہر موقع و محل کی پیروی الگ الگ ہوتی ہے قاضی صاحب نے خوبی کے ساتھ پیروی کی "مقلدانہ" بس ایک ہی صورت فرض کرکے اسی پر حضرت معاویہؓ کے خلاف اپنے اس قسم کے عامیانہ سوالات و سبائیانہ استدلالات کی عمارت کھڑی کردی ہے۔ حالانکہ ہم اپنی کتاب "سبائی فتنہ" میں اسی جگہ بتا آئے ہیں کہ امورِ اجتہادیہ میں پیروی، مجتہدانہ بھی ہوتی ہے اور غیر مجتہدانہ بھی۔ پھر غیر مجتہدانہ، محققانہ بھی اور مقلدانہ بھی۔

غیر مجتہدانہ پیروی کا تعلق متبوع کے اقوال و افعال کی ظاہری شکل و صورت کے ساتھ ہوا کرتا ہے یعنی اسمیں غیر مجتہد تابع نے اپنے مجتہد متبوع کے اجتہاد کی ہی پیروی کرنی ہوتی ہے۔ خود اجتہاد نہیں کرنا ہوتا۔ جبکہ مجتہدانہ پیروی کا تعلق تابع و متبوع کی مجتہدانہ حیثیت اور ان کے اقوال و افعال کی اجتہادی حقیقت سے ہوتا ہے۔ یعنی اسمیں مجتہد تابع نے

[1] حاشیہ صد۴۸ پر ملاحظہ فرمائیں

حاشیہ جات از صہ۴۲/۴۴

ص۱ اور یہی اتباع یہاں قاضی صاحب کے نزدیک رضاء الٰہی کی شرط تھی۔ جب حضرت معاویہؓ کی طرف سے یہ اتباع نہ پائی گئی تو شرط رضاء نہ پائی گئی۔ جب شرطِ رضاء نہ پائی گئی تو ان کیلئے رضاء الٰہی نہ پائی گئی۔ جب رضاء الٰہی نہ پائی گئی تو نتیجہ ظاہر ہے کہ وہ "رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ" کے مصداق نہ بن سکے۔ قاضی صاحب کا یہ عقیدہ ہے یا نہیں لیکن حضرت معاویہؓ کے خلاف ان کے اس استدلال کا نتیجہ یہی اور یقیناً یہی نکلتا ہے۔

ص۲ وضاحت اس کی یہ ہے کہ ایمان کے علاوہ حضرت علیؓ نے جن دوسرے امور میں اتباع مراد لی ہے، حضرت معاویہؓ نے ان امور میں حضرت علیؓ سے اختلاف کیا ہوگا یا اتفاق۔ اگر اتفاق کیا ہو تو اتباع ظاہر ہے۔ اور اگر اختلاف کیا ہو تو وہ امور اجتہادی ہوں گے یا غیر اجتہادی، اگر غیر اجتہادی ہوں تو ان میں حضرت معاویہؓ کا اختلاف ثابت ہوجائے تو انکا یہ اختلاف بیشک عدم اتباع ہی کہلائیگا لیکن اس کی کوئی حتمی مثال شاید پیش نہیں کیجاسکتی اور اگر وہ امور، اجتہادی ہوں تو حضرت معاویہؓ کو قاضی صاحب بھی چونکہ مجتہد مانتے ہیں اس لئے ایسے امور میں اس آیت کی رو سے حضرت معاویہؓ پر حضرت علیؓ کی اتباع بالفرض اگر لازم بھی مان لی جائے تو وہ مجتہدانہ ہوگی نہ کہ محض مقلدانہ۔ یعنی اس وقت اتباع ان امور میں اجتہاد کرنے اور اپنے ہی اجتہاد پر عمل کرنے میں ہوگی۔ اس لحاظ سے ایسے امور میں حضرت معاویہؓ کا حضرت علیؓ سے اجتہادی اختلاف کرنا ہی عین اتباع کرنا ہوگا۔ یہاں آپ کی تقلیدی اتباع کا لازم ہونا تو در کنار وہ تو حضرت معاویہؓ کیلئے نفس جائز تک بھی نہ ہوگی۔ تفصیل ہماری کتاب کی فصل سوم میں گذر چکی ہے۔ حق انتخاب کا مسئلہ چونکہ اجتہادی تھا ورنہ قاضی صاحب حضرت معاویہؓ کو ایک اجر بھی نہ دلاتے۔ لہذا یہاں حضرت معاویہؓ پر حضرت علیؓ کی اتباع اگر لازم ہی تھی تو وہ مجتہدانہ تھی محض مقلدانہ نہ تھی اور یہ اتباع انہوں نے کی تھی۔

نمبر ا واضح ہو کہ قاضی صاحب نے یہاں دوہائی تو مولانا سندیلوی کی تشریح کی دی ہے لیکن بات اپنی کی ہے چنانچہ لکھا ہے "اور ظاہر ہے کہ جب حضرت علی المرتضیٰ قرآن کے موعودہ چوتھے خلیفہ راشد ہیں، اس لئے بطور خلیفہ راشد ان کے اعمال، حسنہ ہی ہوں گے اور ان کی خلافت کی پالیسی بھی حسنہ ہوگی جسکی پیروی بعد والوں پر لازم ہے" ص۳۹

حالانکہ مولانا سندیلوی کی جس تشریح کی دوہائی قاضی صاحب نے یہاں دی ہے اسمیں قرآن کے چوتھے موعود خلیفہ راشد کی خاص اپنی خلافت پالیسی کی پیروی بعد والوں پر لازم نہیں ہورہی بلکہ ان کی اس پالیسی کے بارے میں انہی کے بقول بدری مہاجرینؓ و انصارؓ کی پیروی بعد والوں پر لازم ہورہی ہے۔ قاضی صاحب یا تو مولانا سندیلوی کی تشریح کا ڈھنڈورا نہ پیٹیں یا پھر بات اسی کے مطابق کریں۔ مغالطہ نہ خود کھائیں اور نہ دوسروں کو دیں۔

نیز قاضی صاحب نے یہاں جیسے یہ یاد رکھا ہے کہ قرآن کے موعود چوتھے خلیفہ کی خلافت پالیسی بھی حسنہ ہوگی وہاں انکو یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے تھا کہ حسنہ ہونے کے ساتھ ساتھ وہ خالص اجتہادی بھی تھی، جسمیں دوسرے مجتہدین اور ارباب حل و عقد کو اختلاف کرنیکا حق خود قاضی صاحب کے اقرار کے مطابق بھی تھا (خارجی فتنہ ص۵۲۲ج۱) اجتہادی مواقف تو حسنہ ہی ہوا کرتے ہیں لیکن اختلاف کی صورت میں ان کے محض حسنہ ہونے سے مدمقابل دوسرے مجتہدین پر ان کی پیروی لازم نہیں ہوجایا کرتی، کتنی عجیب بات ہے کہ خود ہی قاضی صاحب، قرآن کے چوتھے موعود خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰؓ کی خلافت پالیسی سے اس دور کے صحابہ کرامؓ کو اختلاف کا حق بھی دیتے ہیں لیکن جب وہ اپنا یہ حق استعمال کرتے ہوئے اختلاف کرتے ہیں تو انپر نصوص قرآنیہ و حدیثیہ کی مخالفت کا الزام بھی لگانے لگ جاتے ہیں۔

نمبر ا لیکن آپ تو عبارۃ النص کے طور پر بالتصریح یہ بتا آئے ہیں کہ دور صحابہؓ میں کسی کو یقینی طور پر یہ معلوم نہ تھا کہ حضرت علیؓ ہی قرآن کے چوتھے موعود خلیفہ راشد ہیں۔ اور نہ حضرت علیؓ کی حیات کے آخری لمحہ تک یہ قطعی فیصلہ ہی ہوسکتا تھا کہ وہی ان

(بقیہ حاشیہ ۴۸ پر)

اپنے مجتہد متبوع کے ہی اجتہاد کی پیروی نہیں کرنی ہوتی بلکہ اس کی طرح خود اجتہاد کر کے اپنے ہی اجتہاد کے مطابق عمل کرنے میں اسکی پیروی کرنی ہوتی ہے۔ اگر ہم چاہیں تو غیر مجتہدانہ پیروی کو "صوری" اور مجتہدانہ کو "معنوی" پیروی بھی کہہ سکتے ہیں۔

مثلاً دیکھئے امام ابو یوسف اور امام محمد (رحمہما اللہ) اپنے استاد امام الائمہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے صرف فروع میں ہی نہیں بلکہ اصول تک میں بھی اختلاف کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود کہلاتے وہ، امام اعظم ابو حنیفہ کے پیرو کار ہی ہیں اس لئے نہیں کہ وہ، امام صاحب کی مقلدانہ پیروی کرتے ہیں بلکہ اس لئے کہ اجتہاد کرنے کرانے میں وہ، ان کے پیرو کار ہیں۔

جب امور اجتہادیہ میں کسی متبوع و مقتدا کی اتباع و اقتدا، مجتہدانہ بھی ہوئی اور مقلدانہ و محققانہ بھی تو یہ معلم کرنے کیلئے کہ یہ جنگ صفین، خوبی کے ساتھ پیروی میں شامل ہے یا نہیں؟ پہلے یہ متعین کرنا ہوگا کہ یہاں پیروی کی قسم کونسی ہو سکتی ہے اور پھر اسکی روشنی میں یہ دیکھنا ہوگا کہ یہ جنگ، پیروی کی اس قسم میں شامل ہے یا نہیں؟

سو واضح ہو کہ یہ جنگ قاضی صاحب کے نزدیک بھی خالص اجتہادی تھی اور وہ یہ بھی مانتے ہیں کہ اس جنگ کے فریقین یعنی حضرت علی المرتضی اور حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہما) دونوں ہی بزرگ مجتہد تھے۔ نیز وہ یہ بھی تسلیم کر آئے ہیں کہ حضرت معاویہؓ کو حضرت علیؓ سے اس اختلاف و قتال کا حق بھی تھا (خارجی فتنہ ص ۵۴۴/ج ۱) اور اجتہادیات کا یہ ضابطہ تو طے شدہ ہے کہ ہر مجتہد پر اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کرنا ہی واجب ہوا کرتا ہے کسی دوسرے مجتہد کے اجتہاد کی پیروی کرنا اس کیلئے جائز ہی نہیں ہوا کرتا۔

ان حقائق و مسلمات کی روشنی میں دیکھا جائے تو جنگ صفین کے معاملہ میں حضرت معاویہؓ پر حضرت علیؓ کی کوئی پیروی اگر لازم ہوئی بھی تھی تو وہ مجتہدانہ پیروی ہی لازم ہوتی تھی غیر مجتہدانہ پیروی لازم نہ ہوتی تھی نہ مقلدانہ اور نہ محققانہ۔ یعنی انہوں نے اس معاملہ میں خود اجتہاد کر کے اپنے ہی اجتہاد پر عمل کرنے میں حضرت علیؓ کی اتباع کرنی تھی ان کے اجتہاد کی محض غیر مجتہدانہ پیروی انہوں نے نہیں کرنی تھی۔ کیونکہ یہ پیروی نہ حضرت معاویہؓ پر لازم تھی اور نہ شرعاً ان کیلئے یہ

آیات (خلافت) کے چوتھے مصداق ہیں بلکہ آخر تک یہ احتمال و اشکال رہا کہ شاید ان کی جگہ کوئی اور صحابیؓ قرآن کا چوتھا موعود خلیفہ راشد ہو۔ ایسی صورت میں آپ، حضرت معاویہؓ جیسے جلیل القدر مجتہد صحابی پر حضرت علیؓ کی پیروی قطعی طور پر کیسے لازم کرتے ہیں؟

نمبر ۲ ہماری گذارش ہے کہ یہاں خوبی کے ساتھ پیروی سے آپ کی کیا مراد ہے؟ اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے مقابلہ میں حضرت معاویہؓ کو اول تو خود اجتہادی ہی نہ کرنا چاہیئے تھا اور اگر کر ہی لیا تو تھا تو پھر اپنے اجتہاد پر عمل نہ کرنا چاہیئے تھا بلکہ حضرت علیؓ کے اجتہاد کی ہی پیروی کرنی چاہیے تھی۔ تو یہ اصولِ اجتہاد کے بالکل خلاف ہے۔ اگر حضرت معاویہؓ، مجتہد ہو کر بھی ایسا کرتے تو گنہگار ہوتے۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو "سبائی فتنہ" از ص ۱۸۱ تا ص ۱۸۶/ج ۱

اور اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کو بھی حضرت علیؓ کی طرح اپنے اجتہاد میں صواب پر ہی پہونچنا چاہیئے تھا۔ تو یہ نہ مجتہد کے اختیار میں ہوتا ہے اور نہ وہ اسکا مکلف ہی ہوتا ہے۔ وہ تو بس اجتہاد کرنے اور اپنے ہی اجتہاد کے مطابق عمل کرنیکا مختار و مکلف ہوتا ہے۔ حق عند اللہ تک پہونچنا نہ پہونچنا اس کے اختیار میں نہیں ہوتا اگر اسکو اسکا مکلف بنایا جائے تو یہ تو تکلیف مالا یطاق ہے جو ارشاد ربانی لایکلف اللہ نفسا الا وسعہا میں منفی ہے۔

اور اگر اس پیروی سے آپ کی مراد یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کو بھی حضرت علیؓ کی طرح خود اجتہاد کر کے انہی کی طرح اپنے ہی اجتہاد کے مطابق عمل کرنا چاہیئے تھا تو یہ پیروی تو انہوں نے حضرت علیؓ کی پوری پوری کی تھی۔ پھر آپ کے نزدیک یہ جنگ خوبی کیساتھ پیروی میں شامل آخر کیوں نہیں؟ اور اگر اس پیروی سے آپ کی مراد اس کے علاوہ کچھ اور ہے تو وہ بیان کریں تاکہ اس کے بارے میں بھی یہ معلوم کیا جا سکے کہ وہ پیروی حضرت معاویہؓ نے حضرت علیؓ کی کی تھی یا نہیں؟

جائز ہی تھی۔ اور مجتہدانہ پیروی انہوں نے حضرت علیؓ کی پوری پوری کی تھی کہ حضرت علیؓ کی اس جنگ کے معاملہ میں خود اجتہاد کے مطابق عمل پیرا بھی رہے تھے۔ چنانچہ خود قاضی صاحب ہی امام نووی اور حضرت مجدد الف ثانی (رحمہما اللہ) کے حوالہ سے یہ لکھ اور ماں آئے ہیں کہ "صحابہ کرام کے مشاجراتی فریقوں نے اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کیا تھا اور یہی ان پر واجب بھی تھا" (خارجی فتنہ از ص ۵۵۱ تا ۵۵۵/ج ۱)

یعنی جو کچھ انہوں نے کیا یہی کچھ ان پر واجب تھا وہی کچھ انہوں نے کیا۔ لہذا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ عین جنگ میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ویسے ہی متبع اور پیروکار تھے جیسے کہ مثلاً امام ابویوسف اور امام محمد (رحمہما اللہ) عین اختلافات میں بھی امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پیروکار ہی رہتے ہیں۔ اور یہ جنگ بالکل اسی طرح خوبی کے ساتھ پیروی میں ہی شامل ہے جس طرح مثلاً صاحبین کی اختلافی اجتہادیات، امام ابوحنیفہ کی خوبی کیساتھ پیروی میں ہی شامل ہیں۔

لہذا یہاں سوال وہ نہیں جو قاضی صاحب نے کیا ہے کہ "کیا ان کے ساتھ جنگ کرنا بھی خوبی کیساتھ پیروی میں شامل ہے؟" بلکہ سوال یہاں یہ ہے کہ "کیا ان کے ساتھ یہ اجتہادی جنگ کرنا بھی خوبی کے ساتھ پیروی میں شامل نہیں؟" اگر نہیں تو پھر بتلایا جائے کہ اجتہادی اختلافی مسائل میں مجتہدین پر اگر ایک دوسرے کی پیروی لازم قرار دیدی جائے تو اسکی صورت مجتہدانہ پیروی کے سوا اور کیا ہوسکتی ہے؟

اور قاضی صاحب کے اپنے ہی مسلمات کے خلاف انکا یہ استفہام انکاری اس طرح ہے کہ

الف: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے خوبی کیساتھ جس پیروی کا وہ یہاں انکار کر رہے ہیں خوبی کے ساتھ اسی پیروی کو وہ خود ہی اپنے اسی استدلال میں رضاء الہی کی شرط بھی قرار دے چکے ہیں۔ اور قاعدہ ہے کہ شرط کے فوت ہونے سے مشروط بھی فوت ہوجاتا ہے۔ اب جب قاضی صاحب کے نزدیک یہ جنگ اس پیروی میں شامل نہ ہوئی جو یہاں رضاء الہی کی شرط تھی تو رضاء الہی کی شرط نہ پائی گئی جب رضاء الہی کی یہ شرط نہ پائی گئی تو حضرت معاویہ کیلئے رضاء الہی بھی نہ پائی گئی جب ان کیلئے رضاء الہی نہ پائی گئی تو قاضی صاحب کے ہی استدلال کے بمع جب وہ "رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ" کا مصداق بھی نہ بن سکے۔ حالانکہ قاضی صاحب کو اس پر بھی اصرار ہے کہ وہ حضرت معاویہ کو رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا مصداق بھی مانتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کی طرف سے جب وہ پیروی ہی نہ پائی گئی جو قاضی صاحب کے نزدیک یہاں رضاء الہی کی شرط تھی تو ان کیلئے تو رضاء الہی پائی ہی نہ گئی پھر وہ رضاء الہی کے بغیر "رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ" کے مصداق کیسے بن گئے؟ جب وہ اس کے مصداق ہی نہ بن سکے تو قاضی صاحب اپنے ہی استدلال کے خلاف انکو اسکا مصداق کیسے مانتے ہیں؟

لہذا قاضی صاحب کو چاہیئے کہ اپنی ان دونوں باتوں میں سے کوئی ایک بات کریں یا تو اس جنگ کو "والذین اتبعوھم باحسان" والی اس اتباع باحسان میں شامل مانیں جسکو وہ یہاں رضاء الہی کی شرط قرار دے رہے ہیں، یا پھر حضرت معاویہؓ کو "رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ" کا مصداق بھی نہ مانیں کیونکہ اس جنگ کو اس اتباع باحسان میں شامل بھی نہ ماننا اور پھر حضرت معاویہؓ کو "رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ" کا مصداق بھی ماننا، یہ دونوں باتیں بیک وقت ایک ہی جگہ ہرگز جمع نہیں ہوسکتیں۔

اس آیت اتباع باحسان سے حضرت معاویہؓ کے خلاف قاضی صاحب کا طرز استدلال اگر وہی رہے جو انہوں نے اپنی کتاب "خارجی فتنہ" میں اختیار کیا اور یہاں دہرایا ہے تو پھر انکو مذکورہ اپنی دونوں باتوں میں سے کسی ایک بات سے لازماً دستبردار ہونا پڑیگا۔ کیونکہ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ خوبی کے ساتھ جو پیروی ان کے نزدیک یہاں رضاء الہی کی شرط ہے وہ بھی نہ پائی جائے اور اس کے بغیر حضرت معاویہؓ کو رضاء الہی بھی حاصل ہوجائے۔ اب یہ قاضی صاحب ہی فرمادیں کہ وہ اپنی ان دونوں متضاد باتوں میں سے کس بات سے دستبردار ہونا پسند کریں گے؟

ب: قاضی صاحب کا یہ استفہامِ انکاری ان کے اپنے ہی مسلمات کے خلاف اس طرح بھی ہے کہ وہ خود ہی اس جنگ کو حق کا ہی ایک فرد، خیر و بھلائی اور کارِ ثواب بھی بتلاتے نیز اس پر انکو حسب حدیث بخاری ایک اجر بھی دلاتے ہیں اس جنگ کا حضرت معاویہؓ کو حق بھی دیتے ہیں اور حضرت علیؓ کی طرح اسمیں انکو بھی حق پر کہتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ ایک ایسی جنگ جو حق کے دائرے میں ہو، حق کا ہی ایک فرد ہو، خیر و بھلائی ہو، کار ثواب ہو، جنگ کرنے والے کو اسپر اجر ملا ہو، جنگ کرنے والا اس میں حق پر ہو، اس جنگ کا اسکو حق بھی ہو، وہ جنگ بھی اگر خوبی کیساتھ پیروی میں شامل نہیں تو پھر اور کونسی جنگ اسمیں شامل ہوگی؟ اور اگر کوئی جنگ بھی خوبی کیساتھ پیروی میں شامل نہیں ہوسکتی تو قاضی صاحب نے پھر ایسی جنگ کو جو خوبی کے ساتھ پیروی میں شامل نہیں ہوسکتی تھی، حق، خیر و بھلائی، کارِ ثواب اور باعث اجر و ثواب کیوں بتایا؟ حضرت معاویہؓ کو اسکا حق کیوں دیا؟ انکو بھی اسمیں حضرت علیؓ کی طرح حق پر کیوں کہا؟

لہٰذا یہاں بھی قاضی صاحب ایک بات کریں یا تو اس جنگ کو خوبی کے ساتھ پیروی میں شامل مانیں یا پھر اسکو حق، خیر و بھلائی اور کارِ ثواب بتانے، نیز اسپر حضرت معاویہؓ کو اجر دلانے، انکو اسکا حق دینے اور حضرت علیؓ کی طرح انکو بھی اس میں حق پر کہنے سے دستبردار ہوجائیں۔ کیونکہ یہ دونوں متضاد باتیں بھی بیک وقت ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتیں۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ یہ جنگ، خوبی کے ساتھ اس پیروی میں شامل بھی نہ ہو جو یہاں رضاء الٰہی کی شرط ہے اور دوسری طرف وہ حق و خیر و بھلائی اور کارِ ثواب وغیرہ وغیرہ بھی ہو۔ دیکھئے قاضی صاحب یہاں بھی اپنی ان دونوں باتوں میں سے کس بات سے دستبردار ہونا پسند کرتے ہیں؟

کیا میں نے مظہری استدلال پورا نقل نہیں کیا؟

آگے قاضی صاحب "الجواب" کے نمبر ۵ کے تحت لکھتے ہیں کہ

"ابوریحان صاحب نے میری کتاب خارجی فتنہ ص ۴۷۶ کی عبارت یہاں تک نقل کی ہے! تو اس صورت میں حضرت معاویہ کے موقف کو کون صحیح کہہ سکتا ہے۔" اور انہوں نے اس کے بعد کی عبارت چھوڑ دی ہے جو حسب ذیل ہے" لیکن اس کے برعکس سندیلوی صاحب تو جنگ صفین میں حضرت معاویہؓ کو بہ نسبت حضرت علیؓ کے اقرب الی الحق لکھ رہے ہیں۔ کیا سندیلوی صاحب قرآن سے معارضہ اور مقابلہ نہیں کر رہے؟ مسئلہ حالات کا نہیں مسئلہ نص قرآنی کے تقاضا کا ہے قرآن کا جواب قرآن سے ہونا چاہیے اگر جواب نہیں ہے اور نہ ہوسکتا ہے تو حضرت معاویہ کی اجتہادی خطا تسلیم کرکے نص قرآنی کے تقاضا پر عقیدہ رکھیں۔ اسمیں حضرت معاویہؓ کی کوئی تنقیص لازم نہیں آتی بلکہ اجتہادی خطا کی وجہ سے وہ ایک گونہ ثواب کے ہی مستحق ہیں۔ ان حالات میں حضرت معاویہؓ تو معذور تھے لیکن اب سندیلوی صاحب تو معذور نہیں ہیں" (ص ۴۷۷) (حق چار یار ص ۴۰)

آگے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"اس عبارت کے بعد کیا کوئی ذی فہم اور انصاف پسند شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے حضرت امیر معاویہؓ کی بے ادبی اور توہین کی ہے اور میں ان کو رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا مصداق نہیں ٹھہراتا جیسا کہ ابوریحان صاحب مجھ پر بہتان تراشی کر رہے ہیں الخ" (ص ۴۰)

اس سلسلے میں پہلی گذارش تو یہ ہے کہ یہاں ایک ہے حضرت معاویہؓ کے خلاف قاضی صاحب کا استدلال اور ایک ہے اس استدلال کی بنیاد پر قاضی صاحب کا سندیلوی صاحب کو الزام۔ حضرت معاویہؓ کے خلاف انکا استدلال تو ان کی

عبارت ''کون صحیح کہہ سکتا ہے'' تک یعنی وہاں تک جہاں تک میں نے قاضی صاحب کی عبارت نقل کی ہے۔ ختم ہو گیا ہے۔ اس سے آگے ''لیکن اس کے برعکس الخ'' سے یعنی اس عبارت سے جسکو بقول قاضی صاحب میں نے چھوڑ دیا ہے انکا وہ الزام شروع ہوتا ہے جو انہوں نے اپنے اوپر والے استدلال کی بنیاد پر سندیلوی صاحب کو دیا ہے۔ میں یہاں ''تعبیرات مظہریہ بابت اجتہادی خطا حضرت معاویہؓ'' میں چونکہ حضرت معاویہؓ کے خلاف مظہری استدلال کی تعبیرات کا اصول اہل السنۃ، قواعد و اجتہاد اور حضرت معاویہؓ کی شان کے خلاف ہونا بیان کررہا تھا خود مظہری استدلال و مظہری الزام پر بحث نہ کررہا تھا اس لئے یہاں میں نے مظہری استدلال والی وہ عبارت نقل کردی جسکی تعبیر کا اصول اہل السنۃ، قواعد اجتہاد اور حضرت معاویہؓ کی شان کے خلاف ہونا یہاں بیان کرنا مقصود تھا اور مظہری الزام والی وہ عبارت یہاں میں نے نقل نہ کی جسکا مظہری استدلال کی تعبیر سے کچھ بھی تعلق نہ تھا۔

لیکن میں، قاضی صاحب کی اس عبارت سے غافل نہیں ہوں، ایسا نہیں ہے کہ میں نے اسکو بالکل ہی چھوڑ دیا ہے اور اسکو اپنی کتاب میں کہیں بھی نہیں چھیڑا ہے۔ بلکہ میں اسکو بھی اس کے اپنے موقع و محل میں بالتفصیل زیر بحث لایا ہوں۔ میں اپنی کتاب کے افتتاحیہ میں ہی بتا چکا ہوں کہ اصحاب جمل و صفین بالخصوص حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہم) کے خلاف قاضی صاحب کے دلائل یعنی آیت اتباع باحسان، آیت اولی الامر، آیت استخلاف، آیت تمکین، حدیث قتل عمار، حدیث قتال خوارج، حدیث اجتہاد حاکم، حدیث حسنات وغیرہا، نیز اجماع، قیاس، فضائل اور عبارات اکابر پر مفصل و مدلل گفتگو اور انکا تجزیہ میری کتاب کے دوسرے باب کا موضوع ہے۔ اسی باب میں قاضی صاحب کی اس عبارت کو بھی میں زیر بحث لایا ہوں اور وہاں ہی میں نے تفصیل سے بتایا ہے کہ قرآن سے معارضہ و مقابلہ اگر کررہے ہیں تو تنہا سندیلوی صاحب ہی کررہے ہیں یا کہ خود قاضی صاحب بھی؟ اور کتاب کا وہ حصہ اشاعت کیلئے بھی جاچکا ہے۔ اگر قاضی صاحب نے ہمیں اتنی جلدی ''کشف سبائیت'' میں نہ الجھایا ہوتا تو قارئین، پہلے ''سبائی فتنہ'' کا دوسرا حصہ ہی ملاحظہ فرمارہے ہوتے۔ اب بھی ''کشف سبائیت'' سے فارغ ہوتے ہی ''سبائی فتنہ'' کا دوسرا حصہ قارئین کی خدمت میں انشاء اللہ پیش ہونا شروع ہوجائیگا۔

دوسری گذارش یہ ہے کہ میں نے یہاں مظہری طرز استدلال اور اس کے اسلوب بیان کو اصول اہل السنۃ اور قواعد اجتہاد کے خلاف بتایا ہے اور وہ یقیناً ایسا ہی ہے۔ مظہری الزام کی جو عبارت قاضی صاحب نے یہاں نقل کی ہے اس سے اس کی اس حیثیت میں رائی کے دانے کے برابر بھی فرق نہیں پڑتا ہے۔ مظہری الزام کی وہ عبارت یہاں نقل کی جائے یا نقل نہ کی جائے، مظہری استدلال اپنے اسلوب بیان اور اپنی ترکیب و تعبیر کے اظہار سے بہر صورت اصول اہل السنۃ اور قواعد اجتہاد کے خلاف ہی قرار پاتا ہے۔ ہم نے اب یہاں قاضی صاحب کی وہ عبارت اسی لئے نقل کی ہے کہ قارئین خود ہی اسکو مظہری استدلال کے ساتھ ملا کر دیکھ لیں کہ کیا اس سے مظہری طرز استدلال کی سبائیت میں کچھ بھی تخفیف ہوتی ہے؟

ہمارے نزدیک حضرت معاویہؓ کے خلاف قاضی صاحب کے اس استدلال کا اسلوب بیان کل بھی اصول اہل السنۃ اور قواعد اجتہاد کے خلاف تھا اور آج بھی اسکی حیثیت وہی ہے۔ اور جب تک قاضی صاحب اپنے طرز استدلال کی اصلاح نہیں کرتے اسوقت تک یہ اصول اہل السنۃ اور قواعد اجتہاد کے خلاف ہی رہے گا۔

قاضی صاحب کو چاہیے کہ وہ حضرت معاویہؓ کے خلاف اپنے اس استدلال کے اسلوب بیان کو ہی نہیں بلکہ حضرت معاویہؓ، حضرت عمرو بن العاص اور حضرت ابوموسی اشعری (رضی اللہ عنہم) کے خلاف اپنے تمام استدلالات کے دیگر تمام تعبیری تسامحات اور لفظی تساہلات کو بھی اصول اہل السنۃ، قواعد اجتہاد اور صحابہؓ کرام کی شان کے مطابق بنانے کی کوشش کریں ان کی موجودہ ہیئت ترکیبیہ و تعبیریہ کو صحیح ثابت کرنے پر زور صرف نہ کریں۔ کیونکہ اس طرح بات، مظہری استدلال کی تعبیری و لفظی سبائیت سے مظہری عقیدے کی سبائیت تک تو پہونچ سکتی ہے لیکن مظہری طرز استدلال و انداز

بیان کی سبائیت مبدل بہ سنیت نہیں ہوسکتی۔

آگے قاضی صاحب نے ابوریحان کی بہتان تراشی کی جو بات کی ہے اس سے متعلق ہم گذشتہ صفحات میں بعنوان "ایک الزام یا بہتان لیکن کس کی جانب سے؟" بتا آئے ہیں کہ ابوریحان نے قاضی صاحب پر یہ بہتان تراشی ہرگز ہرگز نہیں کی بلکہ قاضی صاحب ہی ابوریحان پر اس بہتان تراشی کا بہتان تراش رہے ہیں۔

ہم نے کب کہا ہے کہ یہ غلط ہے؟

اسی سلسلہ کلام میں آگے قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ

"اگر میں نے لکھدیا کہ حضرت معاویہؓ نے آخر تک حضرت علیؓ کی اتباع نہیں کی اور آپ نے حضرت علیؓ سے جنگ و قتال کیا تو فرمایئے کیا یہ غلط ہے" (ص ۴۰)

تو عالیجاہ! میں نے آپ کے اس لکھنے کو غلط اور توہین حضرت معاویہؓ پر مشتمل کب کہا ہے؟ میں نے آپ کے اس لکھنے کو غلط کہنے کیلئے تو نقل ہی نہیں کیا بلکہ صرف یہ بتانے کیلئے نقل کیا ہے کہ آپ کے بقول حضرت معاویہؓ نے حضرت علیؓ کی اتباع باحسان نہ کرکے رضاء الٰہی کی یہ شرط جو پوری نہ کی تھی تو کب تک پوری نہ کی تھی؟ میں نے آپ کی یہ بات نقل کرکے بتادیا کہ آپ کے ہی بقول حضرت معاویہؓ نے رضاء الٰہی کی یہ شرط آخر تک پوری نہ کی تھی۔ یعنی وہ آخر تک "رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ" کے مصداق نہ بن سکے تھے۔ آپ کے اس لکھنے کو یہاں نقل کرنے سے میرا مقصد فقط اتنا ہی بتانا تھا۔ اس کے غلط یا صحیح ہونے سے یہاں مجھے کوئی غرض نہ تھی نہ میں نے اس سے یہاں کوئی تعرض ہی کیا تھا۔ میری کتاب "سبائی فتنہ جلد اول" کے ص ۸۷ کا ٹھنڈے سبھاؤ سے ایک دفعہ پھر اچھی طرح مطالعہ فرمایئے۔

علاوہ ازیں گذارش ہے کہ بالفرض اگر میں نے آپ کے اس لکھنے کو غلط ہی کہدیا ہوتا تو تب بھی آپ کی محض اتنی بات سے کہ "فرمایئے کیا یہ غلط ہے" اس کا جواب ہرگز نہیں ہوسکتا تھا۔ اس لئے کہ کسی بات کو غلط کہنے کیلئے ہر وقت اس بات کا فی نفسہ بھی غلط ہونا ہی ضروری نہیں ہوتا بلکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بات تو فی نفسہ غلط نہیں ہوتی لیکن اس کا استعمال غلط ہوتا ہے، اسکا سباق و سیاق غلط ہوتا ہے۔ اس کے پیچھے کوئی مقصد غلط ہوتا ہے۔ اس سے لازم آنے والا نتیجہ غلط ہوتا ہے جیسے مثلاً خوارج کا حضرت علیؓ پر اعتراض کرتے ہوئے "ان الحکم الا للہ" کہنا۔ تو اس وقت اس کے اس استعمال، غلط سیاق و سباق اور غلط مقصد و نتیجہ کی وجہ سے اسکو غلط کہدیا جاتا ہے۔ یہ در حقیقت اس بات کو غلط کہنا نہیں ہوتا بلکہ مذکورہ خارجی امور کو غلط کہنا ہوتا ہے۔ یعنی یہ تغلیط، بعینہ نہیں ہوتی بلکہ لغیرہ ہوتی ہے، لہذا ایسے موقع پر اس بات کو غلط کہنے والے کی تغلیط محض اس بات کی فی نفسہ صحت کے حوالہ سے اور صرف اتنی بات کہہ دینے سے نہیں ہوسکتی کہ "فرمایئے کیا یہ غلط ہے" بلکہ اس کیلئے ضروری ہوتا ہے کہ اسکو غلط کہنے والے نے جن خارجی امور کی وجہ سے اسکو غلط کہا ہے انہی امور کے حوالہ سے اسکا صحیح یا غلط ہونا بیان کیا جائے۔

اس اعتبار سے آپ کے اس لکھنے کو بالفرض اگر میں غلط بھی کہدیتا تو بے جا نہ ہوتا۔ کیونکہ آپ نے اسکو خوارج کے "ان الحکم الا للہ" کی طرح حضرت معاویہؓ کے خلاف استعمال کیا ہے۔ انکو ضرور بالضرور منطی ہی بنانے اور ان کی خطاء اجتہادی کو زیادہ سے زیادہ وزنی کرنے میں اس سے کام لیا ہے۔ اور آپ کی طرف سے اسکا یہ استعمال اور اس کے پیچھے آپ کا یہ مقصد ہمارے نزدیک بلاشبہ غلط ہے۔ اور غلط کام بہرحال غلط ہی ہوا کرتا ہے اور اسکو جب بھی کہا جائے تو غلط ہی کہا جاتا ہے۔

دیکھئے مولانا سراج الحق مچھلی شہری نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشاجراتی اجتہادی موقف پر تنقید کرتے ہوئے لکھا تھا کہ "قصاص عثمانؓ لیا جانا عین منشاء نبوی بلکہ منشاء خداوندی تھا، لیکن حضرت علیؓ نے قصاص نہ لیا نہ اس کا ارادہ کیا

بلکہ الٹا قصاص کا مطالبہ کرنے والوں سے جنگ کرنے لگے " (ملخصاً از خارجی فتنہ ص ۱۰۱ ج ۱)

قاضی صاحب نے مولانا مجھلی شہری کے اس لکھنے کو " آیت بیعت رضوان کی معنوی تحریف " اور " حضرت علیؓ کی خلافت راشدہ کو مجروح کرنے کی ناپاک کوشش " کہا اور اسپر رد کیا۔ اس کے جواب میں قاضی صاحب کی ہی طرح مولانا مجھلی شہری بھی اگر یہ کہنے لگ جائیں " اگر میں نے لکھ دیا کہ حضرت علیؓ نے نہ قصاص لیا اور نہ اسکا ارادہ کیا بلکہ الٹا قصاص کا مطالبہ کرنے والوں سے جنگ کرنے لگ گئے، تو فرمائیے کیا یہ غلط ہے " تو قاضی صاحب ہی فرمادیں کہ کیا وہ، مولانا مجھلی شہری کے اس جواب سے مطمئن ہو کر انکو آیت بیعت رضوان کی تحریف معنوی اور حضرت علیؓ کی خلافت راشدہ کو مجروح کرنے کی ناپاک کوشش سے بری مان لیں گے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو جو، جواب قاضی صاحب، انکو دیں گے وہی جواب ہماری طرف سے اپنی مذکورہ بات کا بھی منظور فرمالیں۔

ایسی عظمت شان تو سندیلوی صاحب نے بڑھائی تھی حضرت علیؓ کی پھر اسپر قاضی صاحب اتنے مشتعل کیوں ہوئے؟

اپنی اوپر والی بات پوری کرتے ہوئے لکھتے ہیں

" لیکن جب میں نے تصریح کردی کہ یہ جنگ حضرت معاویہؓ نے اپنے اجتہاد کی بنا پر کی تھی اور اسمیں ان سے اجتہادی خطا ہو گئی اور اس پر بھی انکو یک گونہ ثواب ملے گا تو کیا اس سے ان کی توہین لازم آتی ہے؟ یا بوجہ مجتہد ہونے کے ان کی عظمت شان بڑھتی ہے "

یہاں دو باتیں قابل غور ہیں۔ ایک تو یہ کہ قاضی صاحب نے حضرت معاویہؓ کی طرف صرف خطاءِ اجتہادی کی نسبت ہی نہیں کی بلکہ بغاوت، جور، قصور، نافرمانی اور اللہ کے حکم کی مخالفت وغیرہ تک کی نسبت بھی کی ہے۔ سوال یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کو یہ سب کچھ کہنے سنانے کے باوجود بھی انکو صرف مجتہد کہہ دینے، ان کی اس ساری کارگذاری کو خطاءِ اجتہادی کا نام دیدینے اور اس پر انکو یک گونہ ثواب دلادینے سے اگر ان کی عظمت شان بڑھتی ہے تو ایسی عظمت شان تو سندیلوی صاحب نے بھی حضرت علیؓ کی بڑھائی تھی کہ ان کی طرف جو کچھ بھی انہوں نے منسوب کیا تھا انکو مجتہد کہہ، مان کر ہی منسوب کیا تھا، بلکہ اس لحاظ سے انکا حضرت علیؓ کی عظمت شان کو بڑھانا، قاضی صاحب کے حضرت معاویہؓ کی عظمت شان کو بڑھانے کی بہ نسبت بڑھ کر تھا کہ قاضی صاحب نے تو حضرت معاویہؓ کے اجتہاد کو خطا کہہ کر اسپر ان کو اکہرا ثواب دلایا ہے جبکہ سندیلوی صاحب نے حضرت علیؓ کے اجتہاد کو خطاءً نہ کہا تھا بلکہ اسکو بھی صواب ہی کہہ کر گویا انکو دوہرا ثواب دلوایا تھا (دیکھو اظہار حقیقت ج ۲/ص ۱۹۷، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۱۶، ۴۳۹، ۴۴۳ وغیرہ) پھر قاضی صاحب اس پر اتنے مشتعل اور معترض کیوں ہوئے؟ انکو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عظمت شان کی یہ سندیلوی بڑھوتی کیوں نہ بھائی؟

اور دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ قاضی صاحب کا حضرت معاویہؓ کو مجتہد مخطی کہہ کر اسپر انکو یک گونہ ثواب دلادینا اگر ان کی عظمت شان کو بڑھانے میں مؤثر ہو سکتا ہے تو انکا حضرت معاویہؓ کی طرف بغاوت و جور، قصور و نافرمانی وغیرہ کو منسوب کرنا ان کی عظمت شان کو گرانے گھٹانے میں کیوں مؤثر نہیں ہو سکتا؟ اگر قاضی صاحب، حضرت معاویہؓ سے متعلق، خطاءِ اجتہادی، یک گونہ ثواب اور مجتہد جیسی اپنی تاویلات کو اپنی صفائی میں پیش کر سکتے ہیں تو انکا کوئی بھی مدمقابل، بغاوت، جور، قصور، نافرمانی، اللہ کے حکم کی مخالفت اور از روئے نص قرآنی در حقیقت بالکل ناجائز، جیسی متجاوز عن الحد اور موہم بلکہ موجب توہین و تنقیص ان کی تعبیرات کو ان کی طرف سے حضرت علیؓ کی منقبت نگاری کے بہانے حضرت معاویہؓ کی منقص شماری کے ثبوت میں کیوں پیش نہیں کر سکتا؟

ابوریحان اور کیا چاہتا ہے؟

میری کتاب "سبائی فتنہ" پر اپنے اجمالی تبصرہ کی پہلی قسط کے آخر میں قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ

"جب میں نے حضرت معاویہؓ کو بھی قطعی جنتیوں میں شامل کر لیا تو پھر ابوریحان صاحب اور کیا چاہتے ہیں اور وہ یہ کیوں لکھ رہے ہیں کہ الخ" (ص ۴۱)

گذارش خدمت اقدس میں یہ ہے کہ ابوریحان صرف یہ چاہتا ہے کہ

دورنگی چھوڑ کر یک رنگ ہوجا — سراسر موم ہو یا سنگ ہوجا

آپ کا حال اور وہ قال جو "سبائی فتنہ" میں زیر بحث ہے، ایک نہیں۔ میرے حسن ظن کے مطابق آپ کا حال اگر سنی ہے تو موله بالا آپ کا قال خالص سبائی ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ یا تو اپنا وہ قال بھی اپنے حال کے مطابق کر کے پورے سنی بن جائیں یا پھر اپنے حال کو بھی اپنے اُس کے موافق بنا کر پورے سبائی ہوجائیں۔ کچھ سنی اور کچھ سبائی بن کر "آدھا تیتر آدھا بٹیر" کا مصداق نہ بنیں۔ بس میں اتنا کچھ ہی چاہتا ہوں۔

باقی رہا آپ کا یہ لکھنا کہ "میں نے حضرت معاویہؓ کو بھی قطعی جنتیوں میں شامل کرلیا" تو آپ کا یہ شامل کرنا میں خود اپنی کتاب میں اسی جگہ نقل کر چکا ہوں جہاں میں نے انکو رضاء الٰہی سے محروم بتانے والی آپ کی استدلالی تعبیر پر بحث کی ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ حضرت معاویہؓ کے خلاف آپ کے جس استدلال کا نتیجہ میں نے رضاء الٰہی سے ان کی محرومی بتایا ہے آپ کے اس استدلال کا نتیجہ وہی ہے یا نہیں؟ نیز سوال یہ ہے کہ جب آپ حضرت معاویہؓ کو بھی قطعی جنتیوں میں شامل مانتے ہیں تو پھر آیت اتباع باحسان سے ان کے خلاف اپنے استدلال میں ان سے اللہ کی رضاء کو آپ زیر بحث کیوں لائے ہیں؟ ان سے اللہ کی رضاء کو مشروط بالشرط کرنے اور پھر اس شرط کی نفی کرنے کا تکلف یہاں آپ نے کیوں کیا ہے؟ نیز جب آپ حضرت معاویہؓ کو "رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ" کا مصداق مانتے ہیں تو پھر یہاں آپ نے ان کے خلاف ایسا طرز استدلال کیوں اپنایا ہے جس کے نتیجہ میں وہ اس کے مصداق نہیں رہتے؟

یہاں تک مظہری تبصرے کی پہلی قسط کا جواب بحمد اللہ مکمل ہوا آگے اسکی دوسری قسط کا جواب انشاء اللہ شروع ہوتا ہے۔ (جاری ہے)

کچھ امیر شریعت نمبر کے بارے میں

قارئین نقیب ختم نبوت و کارکنانِ احرار کو مطلع کیا جا چکا ہے کہ اکتوبر میں بطلِ حُریت حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے صد سالہ یوم پیدائش کے حوالے سے ایک ضخیم نمبر شائع کیا جا رہا ہے۔

مستقل قارئین سے گزارش ہے کہ وہ ادارہ کی طرف سے دی گئی رعایت سے بھرپور استفادہ کرتے ہوئے مبلغ ۵۰/-- روپے فوراً منی آرڈر کریں تاکہ یہ تاریخی نمبر انہیں ارسال کیا جا سکے۔

نمبر کی عام قیمت ۱۰۰/- روپے رکھی گئی ہے اور عام خریدار ا سے ۸۰/- روپے بھیج کر منگوا سکتے ہیں۔

(ادارہ)